© rasailojaraid.com

مولانا محمد عبدالحق چوہان مدظلہ

"خلافت"

خداوند قدوس نے بنی نوع انسان کو ایک ایسی ممتاز اور منفرد خصوصی فطرت سے نوازا ہے کہ وہ اس حیاتِ مستعار کے ہر لمحہ میں تعاونِ باہمی اور اشتراکِ عمل کا محتاج ہے: ———

من عنايته الله سبحانه بالانسان ان خلق الانسان مدنى الطبع لا يتم ارتفاقه الا بصحبة بنى نوعه و اجتماعهم و تعاونهم ———

(البدور البازغہ ص۸۴)

خداوند قدوس کی عنایات میں سے انسان پر ایک عنایت یہ ہے کہ انسان کو اس طرح کا مدنی الطبع پیدا کیا ہے کہ اسکی زندگی کے منافع اپنے ہم نوع افراد کی صحبت ان کے اجتماع اور باہمی تعاون کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔

انسان کی اس تمدنی زندگی میں ہر فرد اور جماعت کے لئے ایک دوسرے پر باہمی اشتراک کے باعث کچھ خصوصی حقوق ذمہ ہوتے ہیں جن کے تحفظ اور صیانت کے لئے انسان فطری طور پر ایک ایسے ضابطۂ حیات اور قانونِ اجتماعی کا محتاج ہے کہ جس کی آئینی دفعات انسان کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کی متکفل ہوں۔ اور باہمی تعدی اور تجاوز کا انسداد کریں۔ اور پھر یہ بات بھی واضح ہے کہ انسانی افراد اپنے طبعی میلانات اور رجحانات کے اعتبار سے مختلف طبقات سے منسلک ہیں۔ بعض کا تعلق پیشۂ زراعت سے ہے اور بعض کا تجارت سے اور اسی طرح بعض افراد کا تعلق طبقۂ آجر سے ہے اور بعض کا اجیر سے۔ اب اگر قانونِ اجتماعی کے وضع کا اختیار انسانی افراد کو تفویض کیا جائے تو اس قانون میں عدل اور معاشرۂ انسانی کے ہر طبقہ کے حقوق کا تحفظ ناممکن ہے۔ کیونکہ وضعِ قانون کی تکمیل معاشرہ کے جس طبقہ کے سپرد کی جائے گی۔ اس قانون میں اسی طبقہ کے حقوق کا تحفظ تو ہوگا لیکن دوسرے طبقات اپنے حقوق کے تحفظ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حصول سے محروم ہو جائیں گے۔ اس لئے یہ بات بھی فطری تقاضے کے مطابق ہے کہ قانون اس ذات مقدس کا ہو جو ان تمام احتیاجات اور طبقات کی وابستگی سے منزّہ اور پاک ہے اور جس کے قانون عدل میں افرادِ انسانی کے تمام طبقات برابر ہیں۔ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللہِ۔ میں اسی حقیقت کی ترجمانی ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں ہے۔

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ ــــــ ہاں اسی اللہ کے لئے ہے پیدا کرنا اور
وَالْأَمْرُ ــــــ حکم دینا ــــــ

یعنی جس طرح تکوینی امور میں خداوند قدوس کی ذات لاشریک ہے اسی طرح تشریعی احکام میں بھی اس کا کوئی سہیم و شریک نہیں اور پھر یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ تمام انسانی افراد میں خداوند قدوس کی ذات سے اخذ وحی اور تلقی احکام کی صلاحیت نہیں اس لئے خداوند قدوس نے اخذ وحی اور تلقی احکام کے لئے نوع انسان میں ایک ایسا طبقہ پیدا کیا ہے جو کہ اپنی فطری استعداد اور جوہر نفس کے لحاظ سے باقی انسانوں سے ممتاز ہے۔

نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام در غایت صفا و علو فطرۃ آفریدہ شدہ است و در حکمۃ الٰہی ہماں صفا و علو فطرۃ مستوجب وحی گشتہ اند۔ و ریاست عالم بایشاں مفوض شدہ (ازالۃ الخفاء ص ۹ ج ۱)

انبیاء علیہم السلام انتہائی پاک اور بلند فطرۃ پر تخلیق کئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق اسی فطری تقدس اور علو کے باعث وحی الٰہی کے مستحق ہوئے۔ اور جہان کی قیادت ان کے سپرد کی گئی۔

چونکہ جہان کی سیادۃ و قیادۃ انبیاء علیہم السلام کے سپرد کی گئی اس لئے ان ہی ذوات مقدسہ کی تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ قانون الٰہی نافذ ہوا۔

گمان مکن کہ ارسال رسول فرستادن پیغمبر است از بالا بر پست یا از مشرق بمغرب یا از بلدے ببلدے۔ بلکہ معنی ارسال رسول از جانب حق جل و علیٰ آں است کہ ارادۂ الٰہیہ متعلق شود بآنکہ شریعت

یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ پیغمبر کے بھیجنے کا یہ مطلب ہے کہ آسمان سے زمین کی طرف یا مشرق سے مغرب کی طرف یا ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف پیغمبر کو روانہ کرنا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر کے مبعوث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

را جمہور بنی آدم بدانند تا اصلاح
ایشاں باشد واز مشہورات ذائعہ گردد
وعقل وقویٰ ایشاں بآں علم حق
ممتلی شود تا سبب احدوث وارادۂ
افعال خیر وکف از منہیات گردد
درحق بسیارے ———

[ازالۃ الخفاء
ص ۲۵۹ ج ۱]

ہونے کا یہ مطلب ہے کہ خداوند قدوس کا
ارادہ اس امر کے ساتھ متعلق ہو کہ جمہور
بنی آدم اللہ تعالیٰ کی شریعت کا علم حاصل کریں
تاکہ انکی اصلاح ہو جائے اور شریعت کی
اشاعت ہو تاکہ انکی عقل اور قویٰ اس علم
الہٰی سے پُر ہو جائیں اور بہت سے لوگ اعمال
صالحہ سرانجام دیں اور بُرے اعمال سے
اجتناب اختیار کریں۔

اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو خدمت ربانی کا شرف حاصل ہے۔

واذ قال ربك للملئكة انی
جاعل فی الارض خليفه (سورۃ البقرۃ پارہ ۱)

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے
کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانیوالا ہوں

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے قاضی ناصرالدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ اپنی مشہور تفسیر انوار التنزیل اور اسرار التاویل میں تحریر کرتے ہیں۔

والمراد به آدم علیه السلام
لانه کان خلیفة الله تعالیٰ فی
ارضه وکذالک کل نبی
استخلفهم فی عمارة الارض
وسیاسة الناس وتکمیل نفوسهم
وتنفیذ امره فیهم لا لحاجة
به تعالیٰ الی من ینوبه
بل لقصور فیضه بغیره
بغیر وسط ———

اور اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں
کیونکہ وہ اس کی زمین میں اللہ تعالیٰ کے
خلیفہ تھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر
نبی کو خلیفہ بنایا۔ زمین کی آبادی اور
لوگوں کی نگرانی اور نفوس کی تکمیل اور
اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے میں۔ اللہ تعالیٰ
اس کا محتاج نہیں کہ کوئی اس کا خلیفہ
ہو۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے
احکام کی تلقی کسی واسطے کے بغیر ممکن نہ تھی۔

اس خلافت ربانی کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اور اس سلسلہ کی تکمیل اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارتقائی منازل کی تمامیت اور اختتام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہوئی۔

اس کے بعد خلافت نبوۃ اور خلافت عامہ کے سلسلہ کی ابتدا ہے۔ صحیحین اور مسند احمد میں مروی حدیث میں خلافت کے اس انقسام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

کانت بنی اسرائیل	بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء
تو لسھم الانبیاء کلما	کیا کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہو
ھلک نبی خلفہ	جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس
نبی وانہ لا نبی	کے بعد مبعوث کر دیتے، لیکن میرے بعد کوئی
بعدی وسیکون	نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت سے
خلفاء فیکثرون قالوا ما	ہوں گے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ انکے بارہ
تأمرنا قال فوا ببیعۃ	میں کیا حکم دیتے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد
الاول فالاول	فرمایا پہلے اور پہلے کی بیعت پوری کرو۔

اس خلافت کے لئے چند شرائط ہیں۔ جبتک ان شرائط کا تحقق نہ ہو اس وقت تک شرعی اعتبار سے خلافت کا ثبوت اور تحقق نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ان شرائط کے بیان کرنے سے قبل خلافت کا معنی اور مفہوم بیان کیا جائے۔ لغت کے اعتبار سے خلافت کا معنی ہے۔ کسی کی جانشینی۔ اور شریعت میں اس کا یہ معنی ہے۔

الخلافۃ ھی الریاسۃ	خلافت ایک ایسی ریاست عامہ یعنی
العامۃ فی التعدی لاقامۃ	شورائی ہے جس سے مقصود احیاء علوم
الدین باحیاء العلوم الدینیۃ	دینیہ کے ساتھ اقامت دین ہے۔ اور ارکان
واقامۃ ارکان الاسلام والقیام	اسلام کا قائم کرنا اور جہاد کا قیام اور جہاد
بالجھاد وما یتعلق بہ من	کے متعلق جو امور ہوں جیسے لشکروں کی
ترتیب الجیوش والفرض	ترتیب مجاہدین کی تنخواہوں کا تقرر اور
للمقاتلۃ واعطائھم من الفئ	اقامت حدود اور مظالم کا انسداد۔ نیکی کا
والقیام بالقضاء واقامۃ	حکم دینا اور برائیوں سے روکنا۔ خلیفۂ وقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحدود و رفع المظالم و الامر بالمعروف والنهی عن المنکر نیابة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ازالة الخفاء صلہ)

امورِ خلافت کو اس اعتبار سے سرانجام دے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نائب ہے۔

یہ نظریۂ خلافت تو اسلامی عقائد کی بنیاد پر ہے لیکن ملتِ رافضیہ جو کہ اسلام کی حقیقی حریف مخالف ہے نظریۂ امامت کی بنیاد پر نظامِ سیاست کی معتقد ہے۔ ان کے ہاں نظامِ حکومت کی مدار نظریہ "ولایۃ فقیہ" پر ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں شریعت کا مرکزِ ثقل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے علاوہ امام منتظر ہے۔ اسی بنا پر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ شیعہ مجتہدین کا فرض ہے کہ وہ امام آخر الزّماں (امامِ غائب) کے نائب کی حیثیت سے نظامِ حکومت قائم کریں۔

خلافتِ عامہ میں خلیفۂ وقت کے لئے ان شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) — اول یہ کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ حکومتِ اسلامیہ میں اس کے سربراہ کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ کافر کو مسلمان پر حق تولیت حاصل نہیں۔

(۲) — ثانی یہ کہ وہ عاقل بالغ ہو کیونکہ مجنون اور غیر بالغ شرعاً اپنے ذاتی امور میں بھی تصرف نہیں کر سکتے چہ جائیکہ جمہورِ امت کے امور ان کے سپرد کئے جائیں۔

(۳) — ثالث یہ کہ رئیس مملکت مرد ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ وہ قوم کبھی بھی فلاح یافتہ نہیں ہو سکتی جس نے اپنے امور عورت کے سپرد کر دیئے ہوں۔ پھر یہ کہ عورت چراغِ خانہ تو ہے لیکن میرِ محفل نہیں۔

(۴) — رابع یہ کہ وہ سالم الحواس ہو یعنی گفتگو کر سکے گونگا نہ ہو، بہرا نہ ہو، نابینا نہ ہو۔ کیونکہ جب تک اس کے یہ حواس صحیح نہ ہوں اس وقت تک اس کے احکام دینے میں اشتباہ باقی رہے گا جس کی وجہ سے امورِ انتظامی میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہے۔

(۵) — خامس یہ کہ وہ آزاد مرد ہو اسکی گردن طوقِ غلامی سے آزاد ہو۔ کیونکہ غلام جب اپنے ذاتی امور میں تصرف نہیں کر سکتا تو امت کے امور کس طرح اس کے سپرد کئے جا سکتے ہیں۔

(۶) — سادس یہ کہ بہادر اور امورِ جنگ و مصالح [illegible] ہو کیونکہ جب تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلیفۂ وقت میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں۔ اس وقت تک فریضۂ جہاد کی سرانجام دہی نہیں ہو سکتی۔

(۷) ـــــ سابع یہ کہ صاحب کفایۃ ہو یعنی غیر تجربہ کار اور فن احسان کا اہل نہ ہو کیونکہ کاہل اور غیر تجربہ کار سے امورِ سلطنت کی سرانجام دہی میں خلل واقع ہو گا۔

(۸) ـــــ ثامن یہ کہ عادل ہو اصطلاح شرح میں عادل کا یہ مطلب ہے کہ کبائر گناہوں سے اجتناب کرے اور اگر صغیرہ گناہ اس سے سرزد ہو جائے تو اس پر اصرار نہ کرے۔

(۹) ـــــ تاسع یہ کہ شرعی علوم کا ماہر ہو اس لئے کہ جس شخص کو شرعی احکام کا علم نہ ہو گا تو پھر وہ شریعت کے مطابق فیصلے کس طرح کرے گا۔

(۱۰) ـــــ عاشر یہ کہ رئیس مملکت صاحب سماحۃ ہو اور رجل سموح کی یہ تعریف ہے:

اما الرجل السموح فانه و	صاحبِ سماحت وہ شخص ہے جو کہ صاحب
قور متحمل کاظم الغیظ جیل	وقار باحوصلہ، درگزر کرنے والا، اچھی امید والا
ثابت القلب نافذ العزیمتہ	اور مضبوط دل والا ہو۔ اپنے ارادہ کو پورے کرنے
لا یھولہ امر ولا یزعجہ	والا ہو کوئی کام اس کو پریشان نہ کر سکے اور
شئ عما ھو علیہ عظیم	جس کام میں وہ مشغول ہو اس کام کے پورا
السجود واسع المغفرۃ:	کرنے سے کوئی طاقت اسکو روگردان نہ
(ابدور البازغۃ ص ۵۳)	کر سکے باسخاوۃ ہو اور بہت مغفرۃ والا ہو۔

پھر یہ خلافت عامہ دو قسم پر منقسم ہے راشدہ اور جابرہ۔ پھر راشدہ دو قسم ہے۔ خاصہ راشدہ اور صرف راشدہ اور پھر خاصہ راشدہ دو قسم ہے منتظمہ اور غیر منتظمہ۔

۔ خلافت راشدہ ۔ خلافۃ راشدہ وہ خلافت ہے جس میں شرعی احکام پوری پابندی کے ساتھ نافذ کئے جائیں۔

خلافۃ را چوں بوصف راشدہ مقید	خلافۃ کو جب صفتِ راشدہ سے مقید
کنیم معنیش آں باشد کہ نیابت	کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ
پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم در کارہائے	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ان امور
کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم بنا بر	میں جو کہ آپ نے بحیثیت نبی ہونے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وصفِ پیغمبری می کردند از اقامۃ دین و جہاد اعداء اللہ و امضار حدود اللہ و احیاء علوم دینیہ و اقامۃ ارکان اسلام و قیام بقضاء و افتاء و آنچہ بایں قبیل تعلق دارد بوجہے کہ از عہدۂ ماوجب برآید و عاصی نباشد	سرانجام دیئے اقامۃ دین، اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنا حدود کا اجراء، علوم دینیہ کا احیاء، ارکانِ اسلام کا قائم کرنا محکمہ عدلیہ اور افتاء کا قیام یا انکی طرح باقی امور دین اسی طریقے پر ادا کرنا جیسا کہ وہ واجب ہوں۔

ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۵۷ ج ۱

اس خلافۃ راشدہ کی ایک قسم "خلافتِ خاصہ" ہے۔ وہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مختص ہے۔ اس کے لئے چند شرائط ہیں اور ان شرائط میں سے بعض یہ ہیں :

(۱) ـــــ وہ خلیفہ مہاجرین اوّلین میں سے ہو جو کہ سورۃ نور یعنی آیۃ استخلاف کے نزول کے وقت موجود ہو اور ساتھ ہی اسکو غزوۂ بدر، صلح حدیبیہ اور غزوۂ تبوک میں شرکت کا شرف حاصل ہو۔

(۲) وہ خلیفہ ایسا صحابی ہو جس کو لسانِ نبوۃ سے خصوصی طور پر اہلِ جنۃ ہونے کی بشارت حاصل ہو۔

(۳) ـــــ وہ خلیفہ ایسا صحابی ہو کہ اس کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً فرمایا ہو کہ یہ شخص صاحبِ مراتب افراد میں سے ہے یعنی صدیق، شہید یا صالحین اور محدثین میں سے ہے۔

(۴) ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی خلیفہ کے ساتھ کئی دفعہ "منتظر الامارۃ" جیسا معاملہ فرمایا ہو۔

(۵) ـــــ خداوند قدوس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان میں سے بعض مواعید اس صحابی کے دورِ خلافۃ میں ظہور پذیر ہوئے ہوں۔

(۶) ـــــ خلیفۂ وقت اپنی خلافت کے وقت اُمت میں سب سے افضل ہو۔

خلافۃ خاصہ کا یہ دورِ خلافۃ۔ خلفاء اربعہ کے دورِ خلافۃ کے ساتھ مختص ہے۔

حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشہور کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں اسی طرح اس خلافۃ خاصہ کا اختصاص بیان فرمایا ہے۔ بعض لوگوں کو اس سے اشتباہ ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا ہے کہ خلافتِ راشدہ ہی ان حضرات کے دورِ خلافت میں محصور ہے۔ حالانکہ خلافتِ راشدہ اس سے عام ہے۔ یہ لوگ اپنے اس اشتباہ کی وجہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلفاء راشدین میں شمار نہیں کرتے۔ حالانکہ ان کا یہ نظریہ سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ راشد تسلیم کرے۔ ان کے نزدیک وہ شخص خارجی ہے۔

پھر یہ خلافت خاصہ دو قسم پر منقسم ہے ایک منتظمہ دوسری غیر منتظمہ خلفاء ثلاثہ کا دور خلافت منتظمہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت غیر منتظمہ ہے۔ خلافت خاصہ کی اس تقسیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجاہد فی سبیل اللہ مولانا شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ تعالیٰ منصبِ امامت میں فرماتے ہیں:

باید دانست کہ چوں چراغ امامت در شیشۂ خلافت جلوہ گر گردید نعمت ربانی در باب پرورش نوع انسانی باتمام رسید و کمالِ روحانی باکمال۔ ایں رحمت رحمانی بشابہ نور علیٰ نور بشان آفتاب درخشید ہرچند بقیامِ خلافت راشدہ از جانب حق نعمۃ و رحمۃ تمام و کامل گردید۔ فاما گاہے سعادۃ اہل زمان اقتضاء می نماید کہ جماہیر اہلِ اسلام بر قبول خلافت راشدہ اتفاق نمایند و بجان و دل حکومت خلیفۂ راشد اختیار کنند امر خلافت ربانی انتظام می گیرد و مقدمہ سیاست ایمانی بخوبی سرانجام می پذیرد و آں را خلافت منتظمہ می گویند و در بعض احیان بحسب تقدیر ربانی و قضائے آسمانی ہرچند خلیفۂ راشد بر روئے کار می آید، و در باب اقامت خلافت سعی بلیغ بجا می آرد لاکن اتفاق جماہیر

واضح ہو کہ جب امامت کا چراغ شیشۂ خلافت میں جلوہ گر ہوا تو نعمت ربانی بنی نوع انسان کی پرورش کے لئے کمال تک پہنچی اور کمالِ روحانی اسی رحمت رحمانی کے کمال کے ساتھ نورٌ علیٰ نور آفتاب کے مانند چمکا۔ اگرچہ خلافت راشدہ کے قیام کے لئے نعمت و رحمت حق جل وعلیٰ کی طرف سے تمام اور کامل ہوئی۔ لیکن کبھی اہلِ زمانہ کی سعادت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ جمہور اہلِ اسلام خلافت راشدہ کے قبول پر اتفاق کریں اور جان و دل سے خلیفۂ راشد کی حکومت تسلیم کریں۔ تو خلافت ربانی منتظم ہو جاتی ہے اور سیاست ایمانی کا مقدمہ بخوبی انجام پاتا ہے اس کو خلافتِ منتظمہ کہتے ہیں۔ لبعض وقت تقدیر ربانی اور قضائے آسمانی کے بموجب خلیفۂ راشد ظہور کرتا ہے اور اقامت خلافت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمین صورۃ نہ بندد و انتظام کافہ امت
دست ندہد پس دریں صورۃ اگرچہ خلیفہ
راشد موجود است و در اقامت خلافۃ ساعی
فاما انتظام خلافۃ بوقوع نیامدہ آں را
خلافۃ غیر منتظمہ می گویند پس خلافۃ
راشدہ دو قسم شد خلافۃ منتظمہ مثل خلافۃ خلفاء
ثلاثہ و خلافۃ غیر منتظمہ مثل خلافۃ مرتضیٰ
علی ارضی اللہ عنہ ہے [منصب امامۃ ص۴۳]

کے لئے بہت کوشش کرتا ہے۔ لیکن جمہور
مسلمین کا اتفاق صورت پذیر نہیں ہوتا۔
اور امت کا انتظام ظہور میں نہیں آتا اسے
خلافۃ غیر منتظمہ کہتے ہیں۔
پس خلافۃ راشدہ دو قسموں پر منقسم ہوئی
ایک خلافۃ منتظمہ جیسا کہ خلافت خلفاء ثلاثہ
دوسری خلافۃ غیر منتظمہ۔ جیسا کہ خلافت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

خلافت جابرہ ۔ خلافتِ جابرہ وہ سلطنت ہے جس کے فیصلے شریعت کے مطابق نہ ہوں
اس لئے خلافت جابرہ، خلافتِ راشدہ کے برعکس اور اس کے مقابلہ میں ہے۔ شاہ ولی اللہ
رحمہ اللہ تعالیٰ اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

و مقابل آں خلافت جابرہ است کہ
در بسیاری از احوال مخالف شرع لعمل
آرد۔ و از عہدۂ واجب بر نیامد۔ و
معطل گذارد بسیارے از آنچہ میباید تا آنکہ
عاصی باشد در خلافت خود مثلاً اقامت
حدود و احیاء علوم دین نمی نماید
یا اقامت بوضعی میکند کہ شرع بآں
حکم نفرمود۔ بجائے رجم می
سوزد۔ و بجائے قصاص رجم
می نماید۔

[ازالۃ الخفاء ص۲۵۷ ج ۱]

یعنی خلافۃ راشدہ کے مقابلہ میں خلافۃ
جابرہ ہے۔ یہ وہ ہے کہ جس میں بہت سے
کام شریعت کے مخالف ہوں۔ اور رئیس مملکت
شرعی اعمال و احکام جو اس کے ذمہ ہوں
ان کو پورا نہ کرے بلکہ معطل کر دے اور
اسی ذمہ داری کے نہ ادا کرنے کی وجہ سے
وہ اپنی حکومت میں خدا کا نافرمان ہوگا۔ مثلاً
اقامۃ حدود پر عمل نہ کرے اور علوم دینی کا
احیاء نہ کرے یا اس طرح کے فیصلے کرے
کہ شریعت نے اس طرح کا حکم نہ دیا ہو
جیسے زانی کو سنگسار کرنے کی بجائے
جلا دے یا قصاص لینے کی بجائے سنگسار کر دے

© rasailojaraid.com